

He - AFSAWA-E-U64459
GHAM.

10-12-29.

ata - Sauged Amel Ahmed Alvi

Kishu - Dafter Kishor Mehkar Khayal (Dellhi),
ete - 1938

ges - 48.

Wjals - Taseekh - Hind - Attalasa San Sattaisan;
Attalasa San Sattaisan - Aharn Deed - C - Agaat

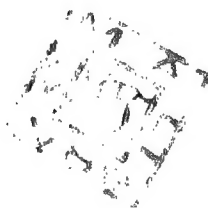
M.A.LIBRARY, A.M.U.



U64459

PC

A



ملفوظات منلیہ کے آخری تاجدار ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ دہلی کا

افسانہ عمر

دہلی کی دردناک مصیبتیں - شہزادوں اور بیگمات کا قتل
 بہادر شاہ کی ہولناک پریشانی
 مقبرہ ہمایوں میں پناہ - گرفتاری - مقدمہ - فوجداری
 دہلی سے آخری رخصت - رنگون میں نظر بندی

مؤلفہ

مولانا سید امیر احمد صاحب علومی ڈپٹی کلکٹر - یو۔ پی

صلیٰ کا پتہ ۸۸

دفتر سالہ محشر خیال - اردو بازار جامع مسجد دہلی
 (قیمت چار آنے) سبھی سپاہی

ماہانہ اردو زبان کا سب سے بہتر رسالہ

محشر خیال

سیاسی افکار — تاریخی شاہکار

علمی - ادبی - معلوماتی — کیف اور افتادہ

روح پرور نظمیں
خواتین کیلئے ایک باب مخصوص
بہترین تصویریں - لکھائی چھپائی کا عمدہ
مددہ صفحہ سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ ۲۰ روپے

چھ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے

مینجبر رسالہ محشر خیال
دہلی

CHECKED-2002

۶۲۵۹

افسانہ غم کی اشاعت

بارباد آنسو بہانے سے کیا ہوتا ہے ۱۸۵۷ء میں جو مصیبتیں ہندوستانیوں پر اور خصوصاً دہلی والوں پر آئیں ان کو بارہا آپ نے سنا ہوگا۔ لیکن ان اچھی مصیبتوں کا بدلہ اب کیسے لیا جائے؟ ہم بہادر شاہ اور ان کے شہید شدہ شہزادوں کو دو بارہ نہیں پاسکتے جو ہونا تھا ہوا۔ دنیا میں ہمیشہ ایسا ہی رہے اور جب تک دنیا باقی ہے یوں ہی ہوگا۔

کہ بلا کی ترقی ہوئی سرزمین پر بھوکے پیاسے ام حسین علیہ السلام کو اور ان کے اہل و عیال کو صرف اقتدار حاصل کرنے کے لئے اور خلافت کو بادشاہت میں منتقل کرنے کے لئے نہایت میردوں سے شہید کیا۔ شہادت حسین سے لیکر بہادر شاہ تک ہزار ہا بادشاہان اسلام علما کرام، اور صوفیائے عظام پچانسی کے تختے پر لٹکائیے گئے۔ عوام الناس کا تو ذکر ہی کیا۔ ہزار بارہ سو برس کے اندر کروڑوں مسلمان قتل ہو گیا، نادر شاہ نے کیا کچھ نہیں کیا۔

اس فتنہ عام کو شائع کرنے سے میرا مشایہ ہے کہ یہ لبک کو اندازہ ہو سکے کہ بہادر شاہ بالکل بے قصور تھے، انہوں نے نہ بغاوت کرائی اور نہ باغیوں کو امداد دی، بلکہ حتی الامکان بغاوت کو رفع کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

لیکن غریب بہادر شاہ بے بس تھے۔ کیا کر سکتے تھے، وہ خود باغیوں کے ہاتھ سے لاچار تھے۔ باغیوں سے خود بہادر شاہ کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔

دہلی والوں کا قتل عام اور ہزاروں بے گناہوں کو پھانسیاں دینا۔ خاندان کے خاندان شادینا۔ اور اسی قسم کے ناقابل بیان ظلم کر فیے اس وقت کے انگریزوں کا منشا یہ ہو کہ سلطنت مغلیہ کے زمانہ کا کوئی ہندو مسلمان سر زمین دہلی پر باقی ہی نہ رہے۔ اسی لئے جو ملکہ پھانسی پا گیا۔

انگریز قوم اپنے ان ہرادوں میں سیاہیاب ہوئی، سلطنت مغلیہ کے آخری "ماہدر پر" مقتدرہ چلا کر رنگون نظر بند کیا۔ شہزادوں کو میجر برڈن نے خاک اور خون میں تڑپایا۔ ۵

ہر کہ شمشیر زندہ سکے بنا مت خوانند

پر عمل کرنا شاید اسی کو کہتے ہیں۔

میرا مقصد یہ کہ جذبات ابھارنا یا آماجہ بغاوت کرنا نہیں ہے بلکہ ایک چڑائی کہانی کو یاد دلانا ہے تاکہ اندازہ کیا جائے کہ جب کوئی سلطنت مٹائی جاتی ہے تو اس کے ارباب اقتدار کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اب تو حالات بد لگے۔ وقت نے پٹنا کھایا۔ اب تشدد اور بغاوت کے حکوشتیں ختم نہیں ہوتیں اب تو جہہ بندی تنظیم ہی اس غلامی کا علاج ہے۔

یہ غدر کی کہانی ایک دوست نے مجھ سے مشہور خیال کے افسانہ نمبر کے لئے بھیجی تھی، اس لئے اس کو افسانہ نمبر میں شائع کیا جا رہا ہے اور علیحدہ کتابی صورت میں بھی۔

اس غدر کی کہانی کی اشاعت کا سب سے زیادہ انتظام دہلی میں کیا گیا ہے عوام کی اطلاع کے لئے سینکڑوں پوسٹر اور ہزاروں ہینڈل شائع کئے گئے ہیں، تاکہ بہادر شاہ کا افسانہ غم دہلی کے ہر گھر میں پہنچ جائے اور غدر ۱۸۵۷ء کا نقشہ اور دہلی والوں کی دردناک مصیبتیں ان کی آنکھوں کے سامنے اس کتاب کے پڑھنے سے آجائیں اور ان کو معلوم ہو جائے کہ آزادی کی لڑائی کو غلط طریقہ سے لڑنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

غدر ۱۸۵۷ء کے متعلق اکثر مورخین نے کتابیں لکھی ہیں۔ سب سے زیادہ غدر کے افسانے مصنف فطرت خواجہ حسن نظامی دہلوی نے شائع کئے ہیں۔ جو مقبول بھی ہوئے ہیں۔ لیکن غدر کے متعلق کہانیوں اور کتابوں کی قیمت زیادہ رکھی ہے۔ زیادہ قیمت ہونے کی وجہ سے ہر خاص و عام غدر کی مصیبتوں سے آگاہ نہ ہو سکا۔

اس "افسانہ غم" کی اشاعت میں ان تمام باتوں کا خاص طریقہ سے خیال رکھا گیا ہے۔ یعنی غدر ۱۸۵۷ء شروع ہونے کے اسباب،

غدر کا آغاز، ہولناک پریشانیاں، بادشاہ کی مجبوریاں، شہزادوں کا قتل، بادشاہ کی گرفتاری اور مقدمہ، رنگوں کی نظر بندی، بادشاہ کے آخری ایام اور کس مہتری کے عالم میں، داعی اجل کو لبیک، اور اس کے علاوہ انداز بیان بہت آسان عام فہم زبان۔ کسی کسی فقرے میں غالب کا رنگ موجود، ان تمام باتوں کے باوجود تمام حالات مختصر اور سمجھ میں آنے والے اور قیمت کم سے کم۔

ناچین :-

عبداللہ فاروقی دہلوی

ایڈیٹر رسالہ "محشر خیال"

دہلی

۲۸ فروری ۱۹۳۸ء

غدر ہونیکے اسباب

شاہ ایران اور امیر کابل کے حملوں کا خطرہ

۱۸۵۷ء کے آغاز موسم بہار سے دہلی میں حیرت انگیز خبریں مشہور ہو رہی تھیں۔ کوئی کہتا تھا کہ ایران کا بھگلاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوگا۔ کسی کا خیال تھا کہ زار روس ہند کی طرف پیش قدمی کرے گا۔ کبھی خبر اڑتی تھی کہ امیر کابل بادشاہ دہلی کو اغیار کی حراست سے آزاد کرانے آرہا ہے۔ کسی دن شہرت ہوتی تھی کہ ٹرکی اور فرانس نے باہم معاہدہ کیا ہے اور وہ شاہ ایران کو سناٹہ لیکر ہندوستان کا تختہ الٹنے کی فکر میں ہیں بدباطن غل مچاتے تھے کہ لال قلعہ میں اہل فارس کی آمد کا روزانہ انتظار ہے اور حضرت شاہ حسن عسکری ایرانہوں کی فتح و نصرت کے لئے اعمال و ریاضت کی چلہ کشی میں مصروف ہیں۔ ایک دن جامع مسجد کے دروازے پر کسی شہر میں نے اشتہا چسپاں کر دیا کہ شاہ فارس فرج لئے آرہا ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو اس لشکر کی امداد کرنا چاہیے۔ سیاسات سے دلچسپی رکھنے والے نئی نئی خبریں سننے کے مشتاق تھے، اور سامان تفریح کے فراہم کرنے والے

تازہ تازہ بشارتیں تصنیف کرتے اور ان کی تشہیر کرتے تھے البتہ اس
پیشین گوئی پر سب متفق تھے کہ عنقریب ایک زبردست انقلاب ہونیوالا
ہے جس سے سلطنت برطانیہ کی طاقت ہندوستان میں ختم ہو جائے گی

انگریز تمام مذہبوں کو مٹانا چاہتے ہیں

تمام ملک میں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ انگریز رعایا کو جبراً عیسائی بنانا چاہتے
ہیں۔ یہاں کے مراسم اور مذاہب مٹا کر اور تمدن و معاشرت فنا کر کے
فرنگی تہذیب رائج کجائے گی۔ ایسی ریاستیں ضبط کر لی جائیں گی۔ اور
انگلستان کا قانون ہمالیہ سے اس کماری تک نافذ ہوگا۔

غرض رعایا تنگ اور فروج بدولت تھی کہ اتفاقات قضا و قدر سے اسی
زمانہ میں ایک جدید قسم کے کارتوس آئے جن کو استعمال کرنے کے لئے
دانتوں سے کاٹنے کی ضرورت تھی۔ کچھ لوگوں نے شہرت دی کہ ان کارتوسوں میں
گائے اور سود کی چربی ملی ہوئی ہے اور ان کے رائج کرنے سے مقصود یہ ہے
کہ ہندو اور مسلمان دونوں بیدین ہو جائیں گے تاکہ پادریوں کو تبلیغ عیسویت
میں آسانی ہو۔ یہ بے بنیاد خبر سارے ملک میں بجلی کی طرح پھیلی ہندوستانی فروج
اپنے افسروں سے ناراض اور بغاوت پر تیار تھی، اس افواہ نے بارہویں
آگ لگا دی۔ کارتوسوں کے استعمال سے انکار کر دیا۔ انگریزوں کے

ارباب حل و عقد نے تدبر اور دانشمندی سے کام نہ لیا۔ اپنی سطوت و دہرہ
کے اظہار کے لئے نژادی کار تو سوں کے استعمال پر اصرار کیا۔ اور ایرانی
حکیم کا وہ زرین مقولہ بھول گئے کہ
نہ ہر جائے مرکب تو اں تاختن کہ جاہا سپر پایہ از اخشن

میرٹھ میں غدر کی ابتدا

میرٹھ کی بڑی چھاوٹی رعب و داب کے مظاہرہ کے لئے انتخاب کی گئی۔
۸ مئی ۱۸۵۷ء کو دیسی سپاہی کار تو س قبول کرنے پر مجبور کئے گئے۔ انھوں
نے انکار کیا تو منکروں کے سرگروہ حوالات میں بند کر دیئے گئے۔ دوسرے
دن پریڈ پر ان سرغناؤں کو دس دس برس قید کا حکم سنایا گیا، ان کی
وردیاں تمام نو بجے ساڑھے سیر میدان اتار دی گئیں اور بیڑیاں پہنا
دی گئیں، سپاہی غم و غصہ سے تیتاب ہوئے۔ لیکن اُس وقت کسی نے
دم نہ مارا شام کو بازار میں خبر شہور ہوئی کہ دو ہزار بیڑیاں بنوائی گئیں۔
ہیں اور کل دوسرے انکار کرنے والے گرفتار کئے جائیں گے۔

صبح ہوئی تو اتوار کا دن تھا اور مئی کی دسویں تاریخ، انگریز افسر عبادت
کے لئے گرجا گھر گئے دیسی فوج بارکوں سے نکلتے جیلخانہ پہنچی۔ قفل توڑے
اور قیدیوں کو ٹھٹھڑالائی۔ تھوڑی دیر بعد بارکوں کے چھتے چلا دیئے اور

انفروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ انگریز ترموہا کچھ عورت۔ فوجی اور غیر فوجی جس پر
آٹکھ پڑی موت کا شکار ہوا۔ دن بھر میرٹھ میں قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔

باغی فوج کا دہلی میں داخلہ

شام کو باغی فوج دہلی کی طرف روانہ ہوئی۔ بعض انگریز انفروں نے موقع
پاکر دن ہی میں ایک خط کشتہ دہلی کے نام روانہ کر دیا تھا جس میں بناوٹ
کا حال لکھ کر اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ باغی دہلی کا فتح کریں گے اور وہاں سب
ہونا چاہیے۔ مگر بدبختی سے یہ خط آدھی رات کو کشتہ کی کوٹھی پر پہنچا۔ صاحب
بہادر خواب استراحت میں تھے۔ اُن کو بیدار کر کے خط دیا گیا۔ مگر نیند کے
نشہ میں خط کون پڑھتا۔ خط جیب میں ڈال کر سو رہے، صبح ہوئی تو باغی
دہلی میں داخل ہو چکے تھے۔ اور پانی سر سے گزر چکا تھا۔

دوشنبہ کے دن ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء (۱۶ رمضان ۱۲۷۳ھ) کو بادشاہ
سلامت فرید ضلع سے فغان ہو کر جبر و کے میں بیٹھے وظیفہ پڑھ رہے تھے
کہ دریا کے پل کی طرف آگ کے شعلے نظر آئے دریافت حال کے لئے سوار
سیچے معلوم ہوا کہ میرٹھ کی فوج باغی ہو گئی انگریزوں کو قتل کر ڈالا، دہلی آ رہی ہے
گھاٹ کے انگریز حاکم کو مار ڈالا ہے اور اُس کے بڑے لگا دی۔
بادشاہ تھرا اور پریشان ہوئے۔ حکم دیا کہ پل توڑا جائے اور شہر پناہ

کے دروازے بند کر دیے جائیں تاکہ یہ فتنہ عظیم شہر میں داخل نہ ہو سکے۔ اس نے
 میں باغی کشتیوں کے پل سے اتر کر سلیم گڑھ کے نیچے ہوتے ہوئے قصر شاہی
 کے پاس آپہنچے زیر جھروکہ براجمان ہوئے اور حسب قاعدہ سلامی دی۔ ہاتھ
 جوڑ کر عرض کیے کہ ہم لوگ آپ کے پاس فریادی آئے ہیں امیدوار انصاف
 ہیں ہم نے اپنی جانیں بچکے اور سر کٹوا کر کلکتہ سے کابل کے ڈیرے تک چودہ سو
 کوس میں عملداری انگریزی کرادی۔ اور ہماری استقامت سے تمام
 ہندوستان پر تسلط ہو گیا، مگر جب سرکش باقی نہ رہا تو سرکار کی نیت میں
 فتور آیا ہمارے دین و مذہب کے درپے تخریب ہوئی، ایک قسم کی بددقت ایسی
 ایجاد کی جس میں کار توں دانتوں سے کاٹ کر لگانا پڑے کار توں کو معلوم نہیں
 کس کس جانور کی جھلی سے منڈھے میں ہملوگوں نے تعمیل حکم سے انکار کیا۔ نزاع بڑھ
 گئی۔ چار مہینہ سے یہ جھگڑا درپیش ہے حکام میں کیسٹیاں ہوئیں اور ہملوگوں میں
 بھی حرارتیں دوڑ گئیں کہ زیادہ تشدد ہو تو ایک دن ایک تاریخ کو بالاتفاق تمام
 ہندوستان میں غدر مچا دو۔ چنانچہ میرٹھ سے فساد کا آغاز ہوا اور تمام فوج
 جا رہا اطاعت سے منحرف ہو گئی ہم شبانہ روز میں تیس کوس کی مسافت طے
 کر کے اس وقت یہاں آئے ہیں تاکہ بادشاہ سلامت ہمارے سر پر ہاتھ
 رکھیں اور ہمارا انصاف فرمائیں ہم دین پر برگزیدہ آئے ہیں۔ اس فریاد کا بادشاہ
 نے جو جواب دیا وہ تاریخی نقطہ نظر سے نہایت اہم ہے اور اس سے ثابت

ہوتا ہے کہ مظلوم ظفر کو سپاہیوں کی نافرمانی سے کچھ تعلق نہ تھا۔
 بادشاہ کے استاذ زادے سید ظہیر الدین حسین ظہیر دہلوی اس وقت
 خدمت اقدس میں حاضر تھے اور اس گفتگو کے شاہد عینی ہیں۔ انھوں نے
 بادشاہ کا جواب ”داستان غدر“ میں بیان کیا ہے جس کے بشیر الفاظ
 حضرت ظفر کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

بہادر شاہ کا جواب

”سنو بیائی“ مجھے بادشاہ کون کہتا ہے میں تو فقیر ہوں ایک تمکید بنائے ہوئے
 اپنی اولاد کو لئے بیٹھا ہوں، بادشاہت تو بادشاہوں کے ہمراہ گئی، میرے باپ
 دادا بادشاہ تھے جن کے قبضہ میں ہندوستان تھا سلطنت تو سو برس پہلے میرے
 گھر سے جا چکی تھی، میرے آباؤ اجداد کے نوکر چاکر اپنے خداوندان نعمت کی اطاعت
 سے جدا گانہ نہیں بن بیٹھے، میرے باپ دادا کے قبضہ سے ملک نکلیا، قوت
 لایموت کو محتاج ہو گئے، خصوصاً میرے جد بزرگوار حضرت شاہ عالم بادشاہ غازی
 کو جب غلام قادر نکحرام نے قید کر کے ناسیب ناکیا ہے تو پہلے مرہٹوں کو طلب کیا
 گیا تھا اور انہوں نے اس نکحرام کو کینہ دار کو پہنچایا، حضرت بادشاہ کو قید سے
 چھڑایا، چند سال مرہٹے بادشاہ کی جانب سے مختار رہے، مگر بادشاہ کے طرح
 مطنج کا بندوبست نہ کر کے لاچار ہو کر میرے دادا نے جانب سلطنت برطانیہ

رجوع کی اور انگریزوں کو بلوا کر اپنے گھر کا مختار بنایا، ملک ہندوستان اُن کو سپرد کیا۔ اُن لوگوں نے حسبِ خواہ اخراجات شاہی کا بندوبست کر دیا۔ ملک میں امن و امان کا ڈرکا بجا دیا۔ اُس روز سے ہملوگیش و عشرت تمام بسر کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لڑائی بھگڑے سے کچھ کام نہیں۔“

میں تو ایک گوشہ نشین آدمی ہوں مجھے ستانے کیوں آئے میرے پاس خبر نہ نہیں کہ تم کو تنخواہ دوں فوج نہیں کہ تمہاری امداد کروں ملک نہیں کہ تحصیل کیلئے لو کر رکھوں میں کچھ نہیں کر سکتا، مجھ سے کسی طرح کی توقع نہ رکھو تم جانو یہ لوگ جانیں، ہاں ایک امیر میرے اختیار میں ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ میں تمہارے درمیان ہو کر انگریزوں سے تمہاری صفائی کر سکتا ہوں تم ابھی بیسٹنٹ پٹنٹ میں نے صاحب ریزیدنٹ کو بلوایا ہے وہ میرے پاس آ بیولے ہیں، پہلے میں اُن سے دریافت کروں اُن سے مجھے حال فتنہ و فساد معلوم ہو جائیگا اور خدا چاہے تو میں اس فساد کو رفع دفع کر دوں گا۔“

ریزیدنٹ سے بہادر شاہ کا اشل

گفتگو ہنوز ناتمام تھی کہ فریئر صاحب ریزیدنٹ مع قلمی ار صاحب کے داخل ایوان خاص ہوئے بادشاہ اُن سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے،

کیوں بھیجی! یہ کیا فتنہ فساد برپا ہو گیا۔ یہ مذہب کا جھگڑا کیسا اٹھ کھڑا
 ہوا یہ مقدمہ دین و آئین کیا ہے، تعصب مذہبی ہری شے ہے اس فتنہ کا
 جلد انسداد ہونا واجب ہے، ہمارا ہندوستان میں غدر عالمگیر ہو جائے اور
 لاکھوں آدمیوں کا کشت و خون ہو۔ یہ لوگ جاہل ہیں، فرقہ سپاہ جاہل ہوتا
 ہے ان سے تھپک کر کام نکالنا چاہیے ان کو ہدایت کرو، یہ لوگ فساد
 سے باز آئیں، تعجب ہے کہ تکو اس معاملہ کی اب تک خبر نہیں!

قتل و غارت کی گرم بازاری

ریزیڈنٹ نے بذاتِ خاص باغیوں کو فہمائش کی مگر کچھ اثر نہ ہوا، ایک سبت
 نے اُنکی وقتِ صبح بہادر پربندوق کا فیر کیا مگر تھکانہ تھی نہ بج گئے۔ بادشاہ
 عرض و معروض کیسے شہر کے بندوبست کے لئے باہر نکلے، باغیوں نے
 تعاقب کیا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد شہر میں قتل و غارت کی آگشتیں
 ہو گئی ریزیڈنٹ بہادر قلعہ دار، دیسی عیسائی مائے گئے، دوکانیں لٹیں اور
 سارے شہر میں شیطان کا سلج ہو گیا باغیوں کو رسد کی ضرورت ہوئی،

اور ملازمین شاہی سے مدد مانگی امداد کا اقرار اس شرط سے کیا گیا کہ غارتگری
 اور آتش زنی کا بازار بند کیا جائے، بھوکوں نے منظور کیا تو شہر میں منادی کی
 گئی خلق خدا کی، ملک بادشاہ کا، حکم جہاں پناہ کا، کسی پر کوئی ظلم نہ کرے،

ورنہ ملزم شاہی قرار دیا جائے گا۔ دوکانوں پر سپرہ بٹھا دیا گیا۔
 باغی اپنی حرکات سے کب باز آتے تھے۔ بینک لوٹ لیا اور فرنگی عورتوں
 اور بچوں کو گرفتار کر کے اُن کے خون پر آمادہ ہوئے، شاہی ملازموں نے
 اس خون ناحق سے منع کیا، بعد کو شیش اُن میگناہوں کو شاہی خُٹات
 میں لیکر قلعہ میں رکھا، لال قلعہ میں بھی باغیوں کی عملداری تھی، بادشاہ ہنگل
 بے بس تھے اُن کے صریح حکم کے خلاف یہ سب مجوسان ہلا قتل کر ڈلے گئے
 مرزا نعل مرزا حضرت سلطان وغیرہ شہزادے باغی فوج کے افسر بنائے گئے اور
 مظلوم بادشاہ کو بھرا کر ان تمام افعال کی رضامندی دینی پڑی۔ بادشاہ
 سلامت کے نام سے حکم احکام جاری ہونے لگے، لیکن اُن کے ملازموں کی
 یہ حقیقت تھی کہ ہر وقت فرشتہ اجل سامنے تھا، ظہیر دہلوی لکھتے ہیں کہ
 ایک دن ہم لوگ حکیم حسن اللہ خان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ پوریوں نے
 آکر تھکوا گھیر لیا اور بندوقیں پائیوں پر کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ تم سب بیہین
 ہو، تم کو سٹان ہو، انگریزوں کو چٹھیاں لکھتے ہو۔ ہملوگوں نے حیران ہو کر
 اُن سے کہا کہ تم ہم سب کو اڑا دو، روز کے جھگڑے سے تو فیصلہ ہو جائے
 اُن میں سے ایک دوا فسر سمجھا رہے تھے وہ ساتھیوں کو سمجھا کر بے گئے۔

بہادر شاہ نرغہ اندامیں

بادشاہ کی یہ عزت تھی کہ مہتاب باغ میں ان بدتمیزوں نے اپنے گھوڑے باندھے تھے، ایک پوری سیافریہ اندام، اپنے قدرادھیر پچاس بچپن برس کی عمر کا سنہ پڑاڑھی گاڑھے کا کرتہ دھوتی بندھی ہوئی سر پر ایک انگوچھا، کمرچ افسر کی اس کے گلے میں پڑی ہوئی، غیب حمام کے چبوترے سے دربار میں آیا اور بادشاہ کو سلام کر کے پاس پہلا آیا۔ بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا، "سنوٹھے! ہمیں تمہیں بادشاہ کیا، ظہیر دہلوی نے اس کے سینہ پر ہاتھ رکھ رکھ دیا۔ اور کہا کہ او بے ادب بادشاہوں کے دربار میں اس طرح گستاخی کرتے ہیں وہ دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا، مگر تے گرتے سنبھلا اور اس نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا۔ ظہیر نے بھی تلوار کھینچی، ایک سیدزادہ نے سپاہی کا گلابوچا دوسروں نے ظہیر کو روک لیا۔ لوگوں نے اسے دھکے دیکر دیوان خاص کے باہر کر دیا۔ بادشاہ نے نفا ہو کر مغالطہ گالیاں دینی شروع کیں اور حکم دیا کہ محل کی سواریاں کراؤ اور خواجہ صاحب کو چلو قلعہ چھوڑو۔ خود سوار ہو کر جالی کے دروازے تک پہنچ گئے تھے کہ اتنے میں سب افسر جمع ہو کر دوڑے آئے اور بادشاہ کی سواری روک لی۔ ہر چند بادشاہ نے چاہا کہ قلعہ سے چلے جائیں مگر وہ کب جانے دیتے تھے۔ ہوادار لوٹا کر سب خانہ کو لیگے۔"

غرض قلعہ میں حکومت دراصل باغیوں کی تھی بادشاہ مفت میں بدنام
 تھے۔ ایک صادق البیان چشم دید گواہ کا بیان ہے کہ بادشاہ غریب کا خیال
 تھا کہ میران پریشان محل میں رہتے تھے، باہر پرآمد ہونا چھوڑ دیا تھا ہر وقت
 منوم اور آبدیدہ رہتے تھے۔ گاہ گاہ وقت شب تخیل میں بسج خانہ میں
 گھڑی دو گھڑی آبیٹھا کرتے تھے اور ان کے نمک حراموں کو برا بھلا کہتے
 تھے۔ ایک دن حضور نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم جانتے ہو آج
 کل جو سامان ہو رہا ہے اس کا انجام کیا ہونا ہے حمید خاں بھمداد نے
 ہاتھ باندھ کر عرض کی حضور ڈیرہ سو برس کے بعد اقبال یا دور ہوا ہے
 گئی ہوئی سلطنت پھر واپس آئی ہے بادشاہ نے ارشاد فرمایا۔ تلوگ نہیں
 جانتے ہو جو کچھ میں جانتا ہوں، مجھ سے سن لو، میرے بگڑنے کا کوئی سامان
 نہ تھا۔ یعنی بنائے نسا و مال و دولت خزانہ ملک و سلطنت وغیرہ ہوا کرتے
 ہیں میرے پاس ان میں سے ایک بھی موجود نہ تھی میں تو پہلے ہی فقیر ہوا
 بیٹھا تھا۔ ۷

کس نیاید نہانہ درویش کہ خراج زمیں و باغ بہدہ

بادشاہ کی کس میرسی

اب ہونجانب اللہ غیب سے میرٹھ میں آگ لگی اور دلی میں آکر بھڑکی فتنہ

برپا ہوا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فلک غدار کو میرے گھر کی تباہی منظور ہے۔
 آج تک سلاطین چغتائی کا نام چلا آتا تھا اور اب آئندہ کو نام و نشان یک
 قلم معدوم و نابود ہو جائے گا۔ یہ نمک حرام جو اپنے آقاؤں سے منحرف ہو کر
 یہاں آکر پناہ گزین ہوئے ہیں، کوئی دن میں ہوا ہوئے جاتے ہیں۔ جب
 یہ اپنے خاوندوں کے نہ ہوئے تو میرا کیا ساتھ دیں گے۔ یہ بد معاش میرا
 گھر بگاڑنے آئے تھے بگاڑ چلے، ان کے جانے کے بعد انگریز لوگ میرا
 اور میری اولاد کا سر کاٹ کر قلعہ کے کنگرے پر چڑھا دیں گے اور تلوگوں
 میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے۔ اور اگر کوئی باقی رہ جائیگا تو آج کا میرا
 قول یاد رکھو کہ روٹی کا ٹکڑا منہ میں لو گے اور منہ میں سے اُڑ کر دور چلے جائیگا
 یہ سخن درد انگیز فرما کر پھر محل میں داخل ہو گئے۔

ان دانشمندانہ اقوال کا اس فرد جرم سے مقابلہ کیا جائے جو فوجی
 عدالت کے سامنے مظلوم بادشاہ پر لگائی گئی تھی تو اہل دنیا کی۔ بے اعتباری
 اور نیرنگ زمانہ کا حیرت انگیز منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

اپنوں کی نیکوکاری!

بہر حال قوی شہادتوں سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ غدر کی لڑائیوں
 سے بادشاہ کو دلچسپی نہ تھی۔ اس دور انقلاب کی تین چار ہستیوں کا تذکرہ

ضروری ہے، اول تو عظیم حسن الشرف خان، دوسرے مرزا الہی بخش، تیسرے
 بخت خان اور چوتھے مرزا مغل، اول بادشاہی طبیب تھے اور دوسرے
 بادشاہ کے سدھی اور رشتہ دار، ان دونوں نے دورانہی اور عاقبت
 بینی سے انگریزوں سے ساز باز کر کے ان سے حقیر نامہ و پیام کا سلسلہ
 قائم کیا، بادشاہ کو صلہ میں دیتے اور اُدھر قلعہ کی ہر ایک خبر
 انگریزوں کو پہنچاتے باغیوں کو کئی مرتبہ ان کے حرکات پر شک ہوا۔
 لیکن بادشاہ نے ان کی اعانت کی۔ ایک بار جوش غضب میں حکیم صاحب
 کا مکان لوٹ لیا۔ لیکن ظلم ہالیوں کے طفیل میں جان سلامت رہی
 بخت خان ایک انگریزی رسالہ کا صوبہ دار تھا وہ دہلی میں باغیوں کا
 سرغنہ بنا، ولارڈ گورنر "خود ساختہ خطاب لیکر تمام سپاہ و سفیر کا مختار
 بن گیا۔ مرزا مغل نادانی سے لارڈ گورنر کی کارروائیوں میں خلل اندازی
 کرتا تھا۔ باہمی کشاکش نے انتظام بد سے بدتر کر دیا۔ حملہ آوری اور
 مدافعت کی بھی قوت نہ رہی، پنجاب کو براہ راست حکومت برطانیہ
 کے زیر نگین ہوئے، مٹھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا وہاں کی فوج بغاوت کے
 زہر سے محفوظ تھی، انگریزوں نے اسی لشکر سے کام لیا۔ نیپال سے
 گورکھوں کی مدد ملی۔

باغیوں کو شکست دیکر دہلی کے سامنے ایک پہاڑی پر اپنا مورچہ

قائم کیا، کہتے ہیں کہ جس دن پہاڑی پرائگریزوں کی توپیں چڑھیں مظلوم
بادشاہ نے اپنی عبادت گاہ میں عاجزی اور نیاز سے دعا مانگی۔

بہادر شاہ سجدہ میں گر گئے

”مجھ ضعیف و ناتواں کے امتحان کا وقت آپہنچا، خداوند اعلیٰ صبر و استقلال
دے، میں اس ابتلا سے عہدہ برآ ہونے کا اہل نہیں، میری شرم تیری ہی
ہاتھ ہے، ان سنگدل اور بد نصیب سپاہیوں کو عقل دے کہ وہ موصوم
بچوں اور یتیمہ عورتوں پر ظلم نہ کریں میں تیرے سوا کس سے کہوں، تو
ہی سب کا حاکم اور ہر شے پر قادر ہے۔“
شہرچوں عجز آں طلیاں را بید پا برہنہ جانب مسجد و دید

دہلی پرائگریزوں کا قبضہ

مگر عاقل کا وقت گزر چکا تھا۔ دہلی کا محاصرہ ہو گیا۔ باغیوں نے قلعہ
پر توپیں نصب کیں اور دونوں طرف سے گولہ باری ہونے لگی۔ شہر
و اسے صبح کو انگریزی فوج کے مقابلہ کے لئے نکلتے تھے اور شام کو اپنی
تعداد میں کمی کر کر واپس آ جاتے تھے، محاصرین کو بھی اپنی قلت محسوس
ہونے لگی تھی کہ اُن کے پاس کئی ہزار سوار و پیادہ کی کمک پہنچانی اور

۱۴ ستمبر کی فونزیز لڑائی کے بعد جس میں انگریزوں کے چھیٹھ افسر اور
گیارہ سو چار سپاہی مجروح و مقتول ہوئے تھے۔ انہوں نے شہر کے
ایک حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ۱۵ ستمبر سے ۱۸ ستمبر تک شہر کے
اندر لڑائی ہوتی رہی۔ مگر ہر قدم پر باغیوں کو شکست ہوتی تھی۔ یہاں تک
کہ ۱۹ ستمبر کو باغیوں کے پاس کوئی مورچہ باقی نہ رہا اور تمام شہر پر
انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔

بادشاہ کیلئے مصیبت کی رات

لال قلعہ کیلئے وہ بڑی مصیبت کی رات تھی، بادشاہ نے ارادہ کیا کہ عیولی
سے نکلی جائیں اُس وقت لاٹھ گورنر بخت خاں خدمت میں حاضر ہوا اور عرض
کی: اگرچہ دشمنوں نے شہر لے لیا ہے۔ لیکن اس سے ہمارا کچھ نقصان نہیں
ہو، انہاں ہندوستان ہمارے ساتھ ہے اور ہر شخص کی نظر آپ کی ذات گرامی
پر ہے۔ آپ کچھ تردد نہ کریں، میرے ساتھ تشریف لے جائیں میں پہاڑوں میں
چھپ کر ایسی مورچہ بندی کروں گا کہ انگریز کا میاں نہ ہو سکیں گے۔ دہلی
پایہ تخت ہے کوئی فوجی قلعہ نہیں ہے اور جنگ کے لئے نہایت ناکام
ہے ہم نے چند مہینے تک شہر کو بچائے رکھا یہی بڑی بات ہوئی، ہاں
نشیب ہیں۔ تھے اور انگریز پہاڑی پر کوئی نا تجربہ کار فوج بھی پہاڑی

پہلے جتنی تو اس کو دھلی کا فتح کر لینا کچھ دشوار نہ تھا۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ
 حضور کے صاحبزادے مرزا نعل بہادر فوج کے کمانڈر انچیف بنائے گئے۔
 وہ فنون حربے کا واقف تھے اور ان کو معلوم نہ تھا کہ سرکش اور خود سر
 سپاہیوں کو کس طرح قابو میں رکھا جاتا ہے اور ان سے اطاعت اور
 فرمانبرداری کس طرح قبول کرائی جاتی ہے۔ میری زندگی کا بڑا حصہ
 فوجی خدمات میں صرف ہوا ہے۔ اگر صاحبزادہ صاحب میری انتظامات
 میں رخصت نہ ڈالتے تو یقیناً انہیں سپاہیوں سے انگریزوں کے کثیر التعداد
 لشکر کو شکست دیتا مگر اب بھی کچھ نہیں کیا ہے تمام ہندوستانی ریاستیں
 ہمارے ساتھ ہیں، وہ زبان سے خاموش ہیں۔ لیکن ان کے قلوب حضور
 کی شہمی میں ہیں۔ اگر حضور نے کسی محفوظ مقام پر قلعہ بند ہو کر انگریزوں
 کا مقابلہ کیا اور لڑائی کا پانسہ پلٹا تو تمام ہندوستان حضور کا ساتھ دے گا
 بادشاہ اس تقریر سے متاثر ہوئے اور فرمایا کہ ہم مقبرہ ہمایوں جلتے
 ہیں تم کل صبح وہاں آ کر ہم سے ملو۔ اس وقت مناسب جواب دیا جائیگا

مرزا الہی بخش کے ڈورے

بخت خان رخصت ہوا تو مرزا الہی بخش جو انگریزوں کی طرف سے اس خدمت
 پر مامور ہوئے تھے کہ بادشاہ کو باغیوں کے ساتھ ہرگز نہ جانے دیں خدمت

میں حاضر ہوئے چنانچہ میں کے بعد حرفِ مطلب نے بان پر لائے نشیب و فراز
سمجھا کر وعدہ کیا کہ میں انگریزوں سے ملکر تمام معاملات کی صفائی کرادوں گا۔
اور آپ پر یا آپ کی اولاد پر حروف نہ آنے دوں گا بشرطیکہ آپ باغیوں کے
ساتھ نہ جائیں۔“

لال قلعہ سے آخری نصحت

بادشاہ نے ان کو بھی کچھ جواب نہ دیا۔ صبح سویرے مع بیگمات اور بچوں
کے باپ دادا کے قلعے سے باہر نکلے، ہمراہیوں کو مقبرہ ہمایوں کی طرف روانہ
کیا اور خود درگاہِ حضرت محبوب الہی سلطان نظام الدین میں حاضر ہوئے۔
سرت و یاس، خوف و ہراس کا عالم تھا۔ چند خواجہ سراؤں اور ہمدار
کے سوا کوئی ساتھ نہ تھا۔ اور گرد و غبار سے ریش آلودہ و پراگندہ تھی۔“

ہیموی سلطنت آج مر چکی ہے

خواجہ حسن نظامی ہلوی روایت کرتے ہیں کہ اُن کے نانا شاہ غلام حسن جو استعمار
درگاہ کے خاموش تھے بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے،
دیکھا کہ حضورِ عالی مزار مبارک کے سرہانے بیٹھے ہیں شاہ صاحب نے غیرت
ور یافت کی، ارشاد ہوا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ کج نصیبی

خود سر میں اور ان پر اعتماد کرنا غلطی ہی، خود بھی ڈوبیں گے اور مجھ کو بھی ڈبوائیں گے
 آخر وہی ہوا کہ بھاگ نکلے، بھائی اگرچہ میں ایک گوشہ نشین فقیر ہوں لیکن
 ہوں اُس خون کی یادگار جس میں آخر دم تک مقابلہ کرنے کی حرارت رہتی ہے
 میرے بزرگوں پر اس سے زیادہ آڑے وقت پڑے ہیں اور انہوں نے
 بہت نہیں باری مگر مجھے تو غریبے انجام دکھائی دے گیا ہے اب اس میں شک کی
 گنجائش نہیں کہ میں تخت ہند پر تہہور کی آخری نشانی ہوں، مغلئی حکومت کا
 چراغ ٹٹھا رہا ہے اور کوئی گھڑی کا مہمان ہے پھر جان بوجھ کر کیوں مزید
 خونریزی کراؤں۔ اس واسطے قلعہ چھوڑ کر چلا آیا۔ ملک خدا کا ہے جس کو
 چاہیے دے سینکڑوں برس ہماری نسل نے سرزمین ہند پر بادشاہی کی
 اب دوسروں کا وقت ہے یہ کوئی رنج و افسوس کی بات نہیں آخر ہم نے
 بھی تو دوسروں کو شاہ کرنا پنا گم بسایا تھا۔ اس طرز کی حسرت ناک باتوں کے
 بعد بادشاہ نے ایک صندوقچہ دیا اور کہا کہ یہ تہا سے ہے پھر وہ امیر تہہور نے
 حیب ترکوں کو شکست دی تھی تو سلطان بایزید روم کے فزانے سے
 یہ نعمت ہاتھ لگی تھی، اس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
 کی ریش مبارک کے پانچ بال ہیں جو آج تک ہمارے خاندان میں تبرک
 کی طرح چلے آتے ہیں، اب میرے لئے زمین و آسمان میں کہیں ٹھکانا
 نہیں ان کو لیکر کہاں جاؤں تم سے بڑھکر اس امانت کا کوئی اہل نہیں

ان کو حفاظت سے رکھنا، یہ میرے دل اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں جن کو آج کے دن کی ہولناک مصیبت میں اپنے سے جدا کرتا ہوں شاہ۔
صاحب نے وہ صندوقچہ لیکر درگاہ کے توشہ خانہ میں داخل کر دیا جہاں وہ اب تک محفوظ ہے اور ہر سال بیچ الاول کے مہینے میں تبرکات کی زیارت ہوتی ہے۔“

میں بھوکا ہوں مجھ کو نوئی کھلاؤ

اس کے بعد بادشاہ نے فرمایا آج تین وقت کھانسی مہلت نہیں، اگر گھر میں کچھ تیار ہو تو لاؤ۔ شاہ صاحب نے کہا: ہملوگ بھی موت کے سانس کھڑی ہیں، کھانے پکانے کا ہوش نہیں جاتا ہوں جو کچھ موجود ہوگا حاضر کروں گا بہتر ہے کہ حضور خود غریب خانہ پر تشریف لے جائیں، جب تک زندہ ہوں اور میرے بچے سلامت ہیں آپ کو کوئی شخص ہاتھ نہیں لگا سکتا، بادشاہ نے فرمایا: آپ کا احسان جو ایسا کہتے ہو مگر اس بوڑھے بسم کی حفاظت کے لئے اپنے پیروں کی اولاد کو قتل گاہ میں بھیجا مجھے گور انہوگا۔ زیارت کر چکا، امانت سونپ دی اب دو قسے سلطان جی کے نگر سے کھالوں تو مقبرے چلا جاؤں گا۔ وہاں جو قسمت میں لکھا ہو پورا ہوگا۔ شاہ صاحب گھر گئے اور وہاں سے بیٹی روٹی اور سرکہ کی چٹنی

لائے بادشاہ نے تین وقت کے بعد وہ نعمت کھا کر پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کر کے مقبرہ ہمایوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

بادشاہ کو گرفتار کر لینے کا منصوبہ

ادھر مرزا الہی بخش انگریزوں سے نامہ و پیام کر رہے تھے دفتر خبر رسانی کے حاکم اعلیٰ میجر ہڈسن کو لکھ دیا تھا کہ میں نے بادشاہ کو بخت خاں کیساتھ جانے سے روک لیا ہے، کل مقبرہ ہمایوں میں دوبارہ ملاقات کا وعدہ ہے۔ جس وقت وہ رخصت ہوں آپ تھوڑی سی فوج لیکر آئیں اور بادشاہ کو گرفتار کر لیں۔ غرض بادشاہ نے مقبرہ میں بخت خاں سے آخری ملاقات کی الہی بخش بھی موجود تھے، بخت خاں نے بادشاہ کے لیجانے پر اصرار کیا۔ مرزا نے مخالفت کی بادشاہ نے بخت خاں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ بہادر! مجھے تیری بات کا یقین ہے مگر جسم کی قوت کے جواب دیدیا ہی اس لئے میں اپنا معاملہ تقدیر کے حوالہ کرتا ہوں مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور بسم اللہ کر کے یہاں سے جاؤ۔ کچھ کام کر کے دکھاؤ۔ ہماری فکر نہ کرو۔ اپنا فرض انجام دو۔ بخت خاں ہاتھوں ہو کر مقبرے کے شرقی دروازے سے دریا کی طرف چلا گیا اور اپنی باقی ماندہ فوج لیکر الیا غائب ہوا کہ آج تک کسی جاسوس کو اس کا سراغ نہ لگانہ معلوم کہ زمین میں دھنس گیا یا

آسمان پر چڑھا۔ مدتوں اُس کی تلاش جاری رہی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔“

بہادر شاہ کو قتل کیا جائے

جب میجر ہڈسن کو خبر ملی کہ باغی سردار تخت ہو گیا اور بادشاہ کے پاس کوئی طاقتور حمایتی باقی نہیں ہے تو انہوں نے جنرل سے بادشاہ کے گرفتار کرنے کی اجازت طلب کی اس وقت بحشیش ہوئی کہ بہادر شاہ کو زندہ گرفتار کیا جائے یا قتل کیا جائے جنرل صاحب کی رائے تھی کہ ہلاک کر دینا چاہئے۔ مگر دوسرے افسروں نے اختلاف کیا کیونکہ اس وقت تک صرف دہلی پر قبضہ ہوا تھا۔ اور تمام ہندوستان میں آگ کے شعلے منور مشتعل تھے ایسی حالت میں بادشاہ کا زندہ رکھنا ہی مصالحت تھا۔ اس صلاح مشورے کے بعد میجر ہڈسن مقبرے کے دروازے پر آیا اور بادشاہ کو باہر بلایا زینت محل سمراہ تھیں انہوں نے عرض کی کہ آپ پہلے میجر ہڈسن سے اپنی میری اور جواں بخت کی جان کی اماں طلب کیجئے تب باہر جائیئے بادشاہ نے میجر کے پاس یہی پیام بھیجا اُس نے قبول کر لیا، اس قول و سمرار کے بعد بادشاہ برآمد ہوئے، پالکی لگائی گئی، اکبر دھانگیر کا وارث جرم اور ملزم کی حیثیت سے اس پالکی پر سوار کیا گیا، اور گوروں کے پہروں میں دہلی بھیج دیا گیا۔“

بہادر شاہ کو قید کر کے

بے گناہ شہزادوں کو بیدری سے قتل کیا گیا

صفر ۱۲۶۷ھ کی پہلی یا دوسری تاریخ کو بادشاہ زینت محل کے مکان میں بولال کنویں کے قریب تھاقید کئے گئے۔ دوسرے دن مرزا الہی بخش نے مخبری کی کہ مرزا اسفل، مرزا حضرت سلطان اور مرزا ابوبکر وغیرہ ہم مقبرہ ہمالیوں میں پوشیدہ ہیں میجر ہڈسن اپنے سپاہیوں سے اجازت لیکر سو سپاہیوں کے ساتھ ان کو گرفتار کرنے روانہ ہوا، تینوں شہزادے مقبرے کے اندر تھے اور ان کے ہمراہ لفٹنٹ میکڈاول کے قول کے مطابق تین ہزار مسلمان تھے، اور ان کے علاوہ تین ہزار سپاہی قریب ہی جھاڑیوں میں موجود تھے۔ ہڈسن اور میکڈاول مقبرے سے نصف میل کے فاصلہ پر ٹھہرے کیونکہ اتنی قلیل جمعیت ایک مقبرے پر دھاوا کرنا مصالحت نہ تھا، شہزادوں کے پاس پیام بھیجا کہ وہ گرفتاری منظور کر لیں یا انجام مزاحمت کے لئے تیار ہوں آدھ گھنٹہ کے بعد شہزادوں کی طرف سے جواب آیا کہ ہماری جانوں کی ذمہ داری کی جائے تو ہم اپنے تئیں حوالے کر سکتے ہیں۔ میجر نے کہا کہ میں یہ وعدہ نہیں کر سکتا۔ شہزادوں کو بغیر کسی شرط کے ہمارے پاس حاضر ہونا چاہیے۔ اب مقبرے میں باہم

گفت و شنید شروع ہوئی، شہزادوں نے کہا کہ تیموری خاندان کے لوگ اس طرح مجبور ہو کر قید نہیں ہو کرتے، تلوار اٹھاتے ہیں اور لڑتے ہیں، مارتے ہیں یا مرتے ہیں۔ دارا شکوہ کو جب اورنگ نے بیٹے قتل کرنا چاہا تو قاتل قید خانہ میں آئے تو دارا ترکاری چھیلنے کی چھری لیکر کھڑا ہو گیا اور کچھ دیر جلا دوں سے مقابلہ کرتا رہا، ہم کو بھی دیرانہ کام کرنا چاہیو؟ مرنا تو ہر حال میں ہی پھر بہادری کی موت کیوں نہ مرے؟

شہزادوں کی دروناک شہادت

میجر ہنسن کے خوفناک مظالم

مرزا آبی بخش نے نصیحت کا دفتر کھولا اور ایسے آثار چڑھاؤ دکھائے کہ اہل نصیب شہزادے مقابلے اور مجاہدہ سے دست بردار ہو گئے اور مرزا کے مشورے کے موافق تن بہ تقدیر بغیر کسی شرط کے رتھوں پر سوار ہو کر ہنسن کے پاس چلے آئے۔

انگریزوں نے ان مصیبت زدوں کو غور نظروں سے دیکھا اور دہلی کی طرف کوچ کا حکم دیا جب دہلی ایک میل رہ گئی تو رتھوں کو ٹھہرایا، اور شہزادوں کو حکم دیا کہ اپنے کپڑے اتار ڈالیں، بد نصیب بس تھے، فرمان کی تعمیل کی، لباس شہزادگی جسم سے جدا کیا اور سر سے ہنسن کی

طرف دیکھنے لگے کہ اب کیا کہتا ہے اُن کو خیال تھا کہ شاید اس جگہ سے
 مقید کر کے پایادہ لیجانے کا ارادہ ہے۔ مگر نوشتہ تقدیر کچھ اور ہی تھا۔
 یہ مجرّمہ سے دیوانہ ہو گیا اور اپنے ہاتھ سے شہزادوں کے سر اور سینہ
 پر تین تین گولیاں ماریں، مظلوم، ہائے کہہ کر گرے اور تھوڑی دیر خاک و
 میں غلطاً رکھ رہی عدم ہوئے جب لاشیں ٹھنڈیں ہو گئیں تو ان کو
 شہر میں لایا اور کوٹوالی کے دروازے پر ایک دن رات سر بازار
 آویزاں رکھا۔ مشہور ہے کہ مظلوموں کے سر کاٹ کر بادشاہ کی خدمت
 میں بطور تحفہ کے ارسال کئے گئے۔ لیکن اس السانیت سوز و حشیانہ حرکت
 کا یقین نہیں آتا کسی معتبر تاریخ میں یہ حکایت درج نہیں ہے۔

دہلی میں قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا

اس خونریزی کے بعد دہلی میں قتل عام شروع ہوا۔ جس کی بابت
 انگلستان کا ایک تواریخ اسپر واپول لکھتا ہے کہ وحشی نادشاہ نے
 بھی وہ لوٹ نہیں چھائی تھی جو فتح دہلی کے بعد انگریزی فوج نے جائز
 رکھی۔ شائع عام پر پھانسی گھر بنائے گئے اور پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں
 کو روزانہ سزائے موت دی جاتی تھی۔ والیول کا بیان ہے کہ تین ہزار
 آدمیوں کو پھانسی دی گئی جن میں سے اُنٹیس شاہی خاندان کے تعلق

رکھتے تھے مؤلف قیصر التواریخ لکھتا ہے کہ ستائیس ہزار مسلمان قتل کیے گئے
اور سات دن تک برابر قتل عام جاری رہا۔

زینت محل میں بادشاہ کی نظر بندی

غریب بادشاہ زینت محل کی حویلی میں قید تھا، فوراً کے لئے پانچ پونے
یومیہ ملتے تھے اور اس ظلم و ستم کی خبریں روز سننا کرتا تھا۔
مشتاق تھے جس کے خبر آئی کہ مراوہ جس دوست کو پوچھا یہ سنا قتل ہو
اس دور مصیبت کی یادگار ایک نظم ہے جس کو ادا شناس ظہر
کی تصنیف بتاتے ہیں مگر ارقام کلام پر نظر کر کے بعض شکے اس کو
حسامی ایک غیر معروف شاعر کی طرف منسوب کرتے ہیں اس دارِ دیگر
کی گرم بازئی میں الفاظِ نشست پر غور کرنے کا کس کو موقع تھا، دل
کے جذبات تھے جو زبان پر بیانیہ آئے اور آج تک درمندوں
کی زبان پر زندہ ہیں۔

سہ ظفیر!

گئی ایک بیک جو ہوا پلٹ نہیں دلو میرے قہر ہے
کروں اس ستم کا میں کیا بیاں مرا غم سے سینہ دگا رہے

یہ رعایا بند تہ ہوئی کہوں کیا کہ اُن پہ جفا ہوئی
 جسے دیکھا حاکم وقت نے کہا یہ بھی قابلِ دار ہے
 یہ کسی نے ظلم بھی ہے سنا کہ دی پھانسی لاکھوں کو میگناہ
 دے کلمہ گو یوں کے سمت سے ابھی دل میں انکے غبار ہے
 نہ تھا شہر دہلی یہ تھا چین کہوں کس طرح کا تھا یا امن
 جو خطاب تھا وہ مٹا دیا فقط اب تو آبِ بڑا دیا رہے
 یہی تنگ حال جو سب کا ہے یہ کرشمہ رب قدرت کا ہے
 جو بہارتی خوشنماں ہوئی جو خزاں تھی اب وہ بہا ہے
 شبِ روز پھولوں میں جو تئیں کہو غارِ غم کو وہ کیا ہیں
 بے طوق قید میں جب انہیں کہا گل کے بے یہ ہا رہے
 سبھی جادہ ماتم سخت ہے کہوں کیسی گردشِ بخت ہے
 نہ وہ تاج ہے نہ وہ تخت ہے نہ وہ شاہ ہے نہ وہ ہا رہے
 جو سلوک کرتے تھے اور سے اب ہیں دیکھو وہ کس طور سے
 وہ ہیں تنگ خج کے دور سے رباتن پہ اُنکے نہ تار ہے
 یہ وہاں تن پہ ہے سر مرا نہیں جان جانے کا ڈر ذرا
 کے غم جو نکلے یہ دم مرا مجھے اپنی زندگی ہا رہے !
 تجھے اے ظفر بھلا کس کا ڈر تو خدا کے فضل پہ کھ نظر

تجھے ہے وسیلہ رسول کا وہی تیرا حامی کا رہے

مظلوم بادشاہ کا مقدمہ

قصہ مختصر ۲۰ جنوری ۱۸۵۷ء کو لال قلعہ میں فوجی عدالت کیے گئے سائے
مظلوم بادشاہ کا مقدمہ پیش ہوا۔ شاہجہاں کے ایوان خاص میں ان
کا فرزند ملزم کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ اور وکیل سرکار نے سب
ذیل جرائم کی پیش کی۔

فوجدہم

(۱) سراج الدین محمد بہادر شاہ انگریزی کمپنی کے پٹن خوار تھے مگر
انہوں نے ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء اور یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان
محمد نجف خان صوبہ دار راجستھ تو چٹاؤ اور دوسرے افسران افواج
انگریزی کو غدر اور بغاوت کرنے کی ترغیب دی اور غدر کر لیا۔
امدادی۔

(۲) بہادر شاہ نے اپنے بیٹے مرزا نعل کو جو انگریزی کمپنی کی عریضہ
تھے اور دوسرے باشندگان کو جو انگریزی رعایا تھے۔ انگریزی
گورنمنٹ کے خلاف ہتھیار اٹھانے میں مدد دی اور سازش میں شریک

ہوئے۔

(۳) بہادر شاہ نے اسی سے یکم اکتوبر تک باوجود انگریزی عایا ہونے کے اپنے آپکو بادشاہ ہند مشہور کیا اور شہر دہلی پر ناجائز قبضہ کر لیا، اور مرزا افضل اور محمد بخت خاں سے سازش کی اور علم بغاوت بلند کیا اور گورنمنٹ سے جنگ کے لئے آمادہ ہوئے اور گورنمنٹ کا تختہ الٹ دینے کی غرض سے اسلحہ بند فوجوں کو دہلی میں جمع کیا اور ان کو لڑنے پر آمادہ کیا۔

(۴) اٹالیس نفر انگریزوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے قتل کرانے میں حصہ لیا اور دیگر انگریزوں اور عورتوں و بچوں کو قتل کرانے میں مدد دی، اور والیا بن ریاست کے نام احکام جاری کئے کہ وہ عیسائیوں اور انگریزوں کو اپنے حدود میں جہاں پائیں قتل کریں اور یہ سب خوب قانون ۱۷۸۵ء سے سنگین جرائم ہیں۔

بادشاہ کی جلاوطنی

عدالت کا فیصلہ پہلے سے طے شدہ تھا، جلاوطنی کا حکم صادر ہو گیا فوجی پیرے میں ہندوستان سے رخصت کئے گئے۔ شہزادہ خواں ورنیت محل کے علاوہ چودہ زن و مرد بادشاہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

جلایا یا نہ ایسا کہ ہم وطن سے چلے بطور شمع کے روتے اس کفن سے چلے
 نہ باغیاں نے اجازت دی سیر کر کے خوشی سے آئے تھے روتے ہوئے کفن سے چلے
 قیدیوں کا قافلہ جب کانپور سے گذرا تو ایک چشم دید گواہ کا بیان ہے
 کہ بادشاہ پاکی میں گیر و لباس پہنے بیٹھے تھے پچیس گورے اُس سینس کے
 گرد تھے۔ دو بالکیاں اور ساتھ تھیں جن میں لواب زینت محل اور تاج محل
 وغیرہ ماسیگات تھیں، دو تین گاڑیوں پر شہزادہ جواں نجات وغیرہ دوسرے
 لوگ تھے اور ان سب کے خراج خوراک کے لئے آٹھ روپیہ یومیہ مقرر تھے۔
 سچ ہے کہ ”آئیں جہاں گا ہے چنیں گا ہے چناں باشد“

قیدی بادشاہ سال رنگون پر

۱۹۱۵ء کے ختم ہونے سے پہلے اکبر کا آخری وارث رنگون پہنچا
 جہاز سے اُترتے ہی گوروں کی حراست میں بندرگاہ سے صدر بازار کے
 ایک دمنزلہ بنگلے میں گیا جو پُرانی گھوڑ دوڑ کے میدان کے قریب موجود
 سڑک وائل روڈ پر واقع تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ اب اس بنگلہ کا
 نام و نشان باقی نہیں۔ اُس جگہ پولیس چوکی اور چھاؤنی کے محکمہ سٹریٹ
 کی کچہری ہے۔ ظفر اور زینت محل کی قبریں بھی اسی احاطہ میں دیران
 میں ہیں۔ (آج کل اس کے لئے چندہ کی تحریک چل رہی ہے۔)

آخری ایام میں بہادر شاہ کا افلاس

اس جنگ کے گرد گوروں کا پہرہ ظفر کی زندگی تک رہا اور خراج آب و نمک کے لئے صرف چھ سو روپیہ ماہوار ملتے رہے انہوں نے حکومت انگریزی سے کسی امداد کی استدعا نہیں کی، فاقہ کشی اور غربت کی زندگی گورا کی لیکن حیات و غیرت ترک نہ کی زینت محل کے پاس کچھ زیورات باقی تھے انہیں کو معاش کا ذریعہ بنایا اور بد نصیب زندگی کی آخری سانسیں افلاس و تنگدستی میں گزار دیں۔

مرتے مرنے شاعری کا ذوق

شاعری کا ذوق رنگون میں بھی باقی رہا۔ اُن کی بعض دردناک نظمیں قیہ خانے کی چار دیواری سے نکل کر دلی تک پہنچیں اب بھی بعض سخن فہموں کے پاس محفوظ ہیں۔ لیکن وہ نہ تو خود اُن کو شائع کرتے ہیں نہ دوسروں کو اُن کی زیارت سے بہرہ مند ہونے دیتے ہیں۔ مرحوم ایڈیٹر قلمائے عام دہلی کے پاس ایک نفیس مظلم اسی دور مصیبت کی تصنیف کسی ذریعے سے پہنچ گئی تھی اور اُس کے کئی اشعار دلی والوں کی زبان پر آ گئے تھے لیکن باوجود اصرار اور تلقاض کے انہوں نے یہ نظم راقم الحروف کو عنایت نہ فرمائی وہ نظم

بلور مناجات کے تھی اور مدینے میں موت ہونے کی تمنا کا اظہار تھا۔
 کہا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل غزل رنگون کی بیکسی اور کس میرسی کی یاد
 گار ہے بادی النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ زبان ظفر کی نہیں ہے لیکن
 اُن کے دیوانِ اوّل میں بھی ایک غزل اسی طرز کی موجود ہے اور اُس
 کے چند اشعار درج ہیں۔

کون نگر میں آئے ہم کون نگر میں نہیں	جائیں گے اب کون نگر کون میں نہیں
دیس نیا کر ہمیں نیا کر رنگ نیا ہو گئی	کون آنند کر رہی ہواں اور رہو کون نہیں
جن نگین میں پہلے بکھیں لوگن کی نگینیں	پھر کیا تو آنکھوں میں سونی ٹری ونگلیاں تھیں
ایسی آنکھیاں بچو ٹریں میں کوٹ بھی نہیں لے سکتی	من کی جلیں الہیاں اور چلنے میں چھن کیاں تھیں
خاک کا اُن کا بستر اور سر پہ بچے تھیں	بٹے وہ نکلیں پیاری پاری کسی کس کس کی پلایں

کیا کیا پہلے دیکھے ہم نے پھول اسی پھول کی کیا
 دنیا ہی پیر میں بسر بہت گئی رہ گئی تھوڑی سی
 حسب ذیل اشعار بھی اُن کے قید رنگون کی یاد گار ہیں۔ اور اُن
 کے جذبات کی صحیح ترجمانی ہے۔

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
 جو کسی کے کام نہ آسکوں میں وہ ایک مشتِ غبار ہوں
 مرا رنگ روپ بگڑ گیا مرا حسن مجھ سے کچھ بڑ گیا

چون خنزاں سے اُڑ گیا میں اُسی کی فصل بہا ہوں
 سپے فاتحہ کوئی آئے کیوں کوئی چار پھول پھلے کیوں
 کوئی آکے شمع جلائے کیوں میں وہ بیکسی کا مراد ہوں
 یہ شمع بھی اسی حسرت و مصیبت کی تصویر ہے " سے
 نہ دہایا نہ میر چمن انہیں نہ دیا کسی نے کفن انہیں
 نہ ہوا نصیب وطن انہیں نہ کہیں نشانِ مراد ہوں

خدا کے دربار میں

غرض قید خانے کے تنگ و تاریک کمرے میں وہ موت کا انتظار
 کرتے تھے۔ آخر کار اُن کی دعا قبول ہوئی اور نوا اسی برس کی عمر
 میں ۱۸۶۲ء کو قید فرنگ اور قید حیات دونوں سے آزاد ہو گئے
 خدا در داد ہا تلف بہر سالش بہادر شاہ از دنیا برفت آہ

زینت محلِ سلیم کی منشن

سکراتِ موت کے وقت سولے زینت محلِ جواں بخت اُن کی بی بی
 اور ایک نورِ سالِ نچی کے کوئی موجود نہ تھا۔ وہ کام کی اجازت سے

تجہیز و تکفین کر کے اُسی بنگلے کے احاطہ میں دفن کر دیا۔ کچی قبر تھی ایک
 بیری کا درخت سرہانے لگا تھا اور اُسی سے مدت تک مرقد کا نشان
 رہا۔ زینت محل کچھ عرصے تک اُسی بنگلے میں فردش رہیں بعد ازاں
 دوسرے مکان میں حکماً منتقل کی گئیں۔ پابند وضع شوہر کی وفات
 سے پانچ سال تک انہوں نے بھی انگریزی حکومت سے کوئی ادا
 قبول نہ کی مگر یہ

اُنچہ شیراں را کند رو بہ مزاج احتیاج است احتیاج احتیاج
 مجبور ہو کر ۱۸۶۷ء سے پانچ سو روپیہ ماہوار کی پیشین منظور کر لی
 اور اسی قدر وظیفہ مرزا جواں بخت کا بھی مقرر ہو گیا۔
 شہزادے نے غربت و بیکسی میں بقیام مولین (ملک برما) ۱۸۸۷ء
 میں انتقال کیا۔ آج تک قبر کا پتہ نہیں چلا۔

قبروں کے نشان تک مٹا دیے

غم نصیب زینت محل عیش و عشرت کا غم و اندودہ سے کفارہ ادا کر نیکی
 بعد ۱۷ جولائی ۱۸۹۷ء کو دُنیا سے رخصت ہوئیں اور پُرانے بنگلے کے
 احاطہ میں مظلوم شوہر کی قبر کے پاس دفن کی گئیں وہ احاطہ ایک
 یورپین مسٹر ڈاسن کو جو برما کی مشہور ڈاسن بینک کمپنی سے متعلق تھا۔

ٹھیکہ پر دیدیا گیا۔ صاحب بہادر کو مزار پر فاتحہ پڑھنے والوں اور
چراغ جلی کے لئے خادمہوں کی آمد رفت ناگوار ہوئی، مقبرے کا راستہ
بند کر دیا۔ مرقہ بارک کے ایک طرف ٹینس کھیلنے کا میدان تھا،
اور دوسری طرف گھوڑے سدھانے کا چکر چند روز میں قبروں کا
نشان بھی ناپید ہو گیا۔ اور روشن ضمیر ظفر کی پشیمین گولی پوری ہوئی

بہادر شاہ کی غلامی

”دافتِ غم“ یعنی داستانِ غم تو آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے۔ اب بندہ
ذیل مضمون میں سلطنتِ مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ کی غلامی
کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔ جو ایک مضمون کی شکل میں ہیں اور یہ
مضمون فروری ۱۹۳۵ء کے رسالہ ”محشر خیال“ میں شائع ہو چکا ہے،
اس کہانی کے مصنف یا مولف جناب مولانا امرا و مرزا صاحب برلاس
دہلوی ہیں۔ جو دہلی کے قدیمی باشندے اور ایک اعلیٰ خاندان کے فرد ہیں
اور ظفر نگر کی کچھری کلکٹری میں نہایت نیکام محافظ دفتر ہیں۔ امرا و مرزا
صاحب موصوف کو غم کے متعلق بہت سی دردناک کہانیاں معلوم ہیں

جو آئندہ شائع کی جائیں گی۔“

عبداللہ فاروقی دہلوی۔ ایڈیٹر ”مختر خیال“

ایسے سات آٹھ سال گزشتہ کی بات میں فسرید آباد کے جنگل میں جو
دہلی سے ۱۸ میل آگرو کی سڑک پر واقع ہے دریائے ہنما کے کنارے سے شکر
کھیلکر مع اپنے ہمراہیوں کے ایک کھیت کے کنویں پر پانی پینے اور آرام
کرنے کیلئے بیٹھ گیا۔ ہمارے پاس کڑی کا ڈول اور سوت کی ڈوری تھی
چنانچہ ہملوگ پانی سے سیر ہو کر سگرٹ نوشی میں مشغول ہو گئے اور
پھر ہر ایک نے اپنے اپنے شکاری کارنامے بیان کرنے شروع کر دیئے لیکن
میری توجہ سب کے جداگانہ کھیت کے کاشتکار کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جو
باد جو دیرانہ سالی کے اپنی خمیدہ کمر سے کھیت کی نلائی میں مصروف تھا۔
اور ایک پانچ چھ سال کا بچہ اس کے پاس کھڑا تھا شام ہونے میں ابھی
کچھ دیر باقی تھی۔ غالباً ہملوگوں کے ہسنے بولنے کی باتیں سن کر یا کام سے
تھک کر وہ بیٹھا اپنا کام چھوڑ کر کھیت سے اٹھا اور آہستہ آہستہ
چھکا چھکا کھڑپہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہمارے پاس آ بیٹھا تھوڑی دیر بعد
جب اُس کا سانس ٹھکانے سے ہوا تو ہماری پارٹی کی طرف مخاطب ہو کر
بولا۔ کیا تم لوگ شکار کھیلنے آئے تھے؟ میں نے کہا ہاں بابا۔ بڑھے نے

کہا، کچھ شکار ملگیا؟ میں نے کہا ہاں تین ہرن مل گئے ہیں وہ فرید آباد گاڑی
 میں بھج دیئے ہیں۔ اب تیروں کاشکار کھیلتے ہوئے فرید آباد چلے جائیں
 گے۔ بڑھے نے کہا کیا تم فرید آباد رہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں ہم تو
 دہلی رہتے ہیں۔ فرید آباد میں ہماری موٹر کھڑی ہے۔ وہیں ہم نے اپنے
 ایک آدمی کو گاڑی میں بٹھا کر ہرن روانہ کئے ہیں اور وہیں خود بھی
 شکار کھیلتے ہوئے پہنچ جائیں گے۔ میں نے بڑھے کا شکریہ کر کے
 دریافت کیا۔ بابا تمہاری عمر کیا ہے اس نے جواب دیا غدر میں نو دس
 برس کا خاصہ ٹھاڈا اور ہوشیار تھا۔ مجھ کو غدر خوب یاد ہے۔ بلکہ غدر
 سے پہلے کی بھی بہت سی باتیں یاد ہیں۔ میں نے کہا۔ تم تو اب بہت
 بڑھے ہو گئے ہو۔ تم ابھی تک کھیت کیا رکام کرتے تھے؟ میں نے پوچھا تو
 بت ہوں گے۔ مجھ کو تھمائے بڑھاپے میں کھیت کا کام کرتے ہوئے۔
 دیکھ کر دل بہت کڑھتا ہے۔ تمہاری تو اب آرام کی عمر ہے۔ بڑھے
 نے کہا بیٹا مجھ سا دنیا میں کوئی بر نصیب نہ ہوگا میرے کئی پوتے جوان
 ہو کر مر گئے۔ بس ایک لڑکا تیرے جیسا جوان باقی رہ گیا تھا۔ وہ بھوکا
 مرتا لڑائی میں بھرتی ہو گیا تھا وہ وہاں مارا گیا۔ جس کا یہ بالک میرے
 پاس کھڑا ہے اس کی اور اسکی ماں کی سرکار سے چھ روپیہ جیسے پنشن
 ہو گئی تھی۔ لڑکا مر نیکی بعد وہ کچھ دن تو بیاں رہی جب تک پنشن

بھی ملتی رہی اب وہ لڑکی دوسرے کے پاس بیٹھ گئی اور اس لوٹے کو چھوڑ
 کر چلی گئی۔ انہیں بھی بند ہو گئی۔ اور بیٹوں کی بہوؤں نے بھی تھوڑے
 تھوڑے دن بعد اپنا اپنا ٹھکانہ دوسری جگہ کر لیا۔ بس میرا اس بالک
 کے سوا اور کوئی نہیں ہے میں نے کہا تمہاری ذات برادری اور گاؤں
 کے آدمی بھی کچھ نہ کچھ مدد نہیں کرتے۔ میں اگر تہا سے گاؤں کا رہنے
 والا ہوتا۔ تو اگرچہ میں مسلمان ہوں اور تم ہندو خواہ کسی ذات کے ہو
 تمہاری ضرورت مدد کرتا اور تمہاری اس مصیبت کو دور کرنے کو شیش کرتا
 بیڑھے نے کہا بھگوان تجھے زندہ رکھے تو مجھ کو بھلے گھرنے کا معلوم ہوتا
 ہے۔ بیٹیا ہماری بستی والے سبکے سب اچکے دنگی ہو رہے ہیں اور
 جان سے میزار ہو رہے ہیں اور میں ان سے زیادہ ہوں۔ میں نے کہا
 کیوں یہ کیا بات ہے تمہارا گاؤں کا گاؤں پریشان ہے۔ اس نے کہا
 بیٹا ملوگ ذات کے گوبہر ہیں ہلوگ پٹریوں سے دہلی کے
 پاس پُرانے قلعہ میں آباد تھے اور وہیں کی دھرتی جوتا کرتے تھے۔
 اس میں بڑی اچھی پیداوار ہوتی تھی۔ لال مچ تو اس دھرتی میں
 ایسی چرچری ہوتی تھی کہ دہلی شہر میں پُرانے قلعہ کے نام سے مچ بکا کرتی
 تھی۔ اور گاجرمولی بیاز اور دوسری ترکاریاں خوب ہوتی تھیں ہم کو
 قلعہ سے سرکار نے اُجاڑ دیا جب سے ہم برباد ہو گئے۔

(۲) بڑھاتی گفتگو کے درمیان آنکھوں میں آنسوؤں بھر لایا تھا۔ لیکن اب اس کا دم چڑھ گیا تھا خاطر خواہ رو رہا تھا۔ اس کی حلقہ پٹری آنکھوں سے مسلسل آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں جن کے کچھ قطرے اس کے جھریاں پڑے چہرے پر دک کر اس کے تمام چہرے کو تر کر رہے تھے بڑھے کو روٹے دیکھ کر بچہ بھی بے اختیار ہو کر کھڑا ہوا رو رہا تھا جس کے سر پر بڑھا شفقت سے ہاتھ پھرتا تھا اور رونے کے درمیان چپکار بھی دیا کرتا تھا۔ ہماری پارٹی کے ہر بشر کا دل بھر آیا تھا اور چھوٹے چھوٹے آنسو پلکوں پر جھلک رہے تھے جنکو ہم سب لوگ رومالوں سے پونچھ رہے تھے ہمارے ساتھی اور میں اب سب جہل پل بھونگے تھے اور دل بے چین ہو گئے تھے بچے کو میں نے بھی چکارا اور کچھ پیسے دیے اور بڑھے سے بھی کہا: بھگوان تپس دیا اور رحم کرے اور تمہاری تکلیفوں کو دور کرے۔ بڑھے کے بھی اب آنسو خشک ہو گئے تھے۔ اور اس کا دل کچھ سنبھل گیا تھا۔ بڑھے نے اب یہ کہنا شروع کیا۔ غدر سے پہلے ہمارے پڑنے والے قلعہ کی دہرتی میں باجرا بہت اچھا پیدا ہوتا تھا اور اب میں بھی ہر ایک آدمی دہرتی میں ترکاری اور آدمی میں باجرا ہوتا تھا کیونکہ سرکاری باقی اب برابر بڑھتی جاتی تھی۔ ترکاری بونے میں فائدہ بہت ہوتا تھا۔ اور شیشی نقد دام آجاتے تھے مگر باجرے کی کھیتی سے زیادہ اس میں دن رات کی ٹہل کرنی پڑتی تھی اور یہ ساری محنت ہم

سرکاری باقی کے خوف سے کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا غدر سے پہلے پُرانے قلعہ کی زمین پر کیا باقی تھی بڑھے نے کہا غدر سے پہلے ایک پیسہ بھی بادشاہی باقی کا ہم پر نہ تھا۔ بادشاہ سلامت کے کبوتروں کی واسطے ہل چھپے ہو اسیر باجرہ دینا پڑتا تھا۔ بس ہم پر یہی سرکار باقی اور یہی لگان تھا۔ ہماری گوجروں کی قوم بہت بد معاش ہے ہملوگوں کے دس ایک دفعہ شرارت ہوئی اور بادشاہ سلامت کے کبوتروں کو باجرہ بھی نہ دینا چاہا بات یہ تھی کہ اس سال بربک کچھ کم ہوئی تھی پیروار بھی اچھی نہ ہوئی تھی اگر ہم سب بادشاہ سلامت سے معافی مانگتے تو معافی ہو جاتی مگر ہملوگوں کو ایک چال سوچی باجرے کے پودوں پر سے ہائیں کاٹ ڈالیں اور خالی پودے کھیتوں میں کھڑے رہنے دیئے اور سامنے پُرانے قلعہ والے کسان لال قلعے کے جھروکوں کے نیچے جا پڑے اور بادشاہ سلامت سے فریاد فریاد کا غل مچایا۔ ہمارا شور و غل سنکر جہاں پناہ جھروکوں میں آئے اور کہا کیا فریاد لائے ہو۔ گوجروں نے کہا جہاں پناہ اس مرتبہ کھاری باؤلی کے بنیوں نے ایسا باجرے کا بیج دیا ہے کہ پیر تو آگ آئے اور ہرے بھرے نظر آتے ہیں لیکن بال ایک نہیں آئی ہم پر اس دفعہ کبوتروں کا باجرہ معاف کیا جائے جہاں پناہ نے حکم دیا ہم خود موقعہ پر آکر کھیت ملاحظہ کریں گے اور پھر حکم دیں گے چنانچہ دوسرے دن شام کو بادشاہ سلامت خود ہوادار میں سوار ہو کر پُرانے قلعہ آئے اور کھیت ملاحظہ کر کے اس فصل کا کبوتوں

کا با جسرہ بالکل معاف کر دیا۔ اور کھاری باؤلی کے مٹیوں کو ہلکا کر دیا۔
 کہ تم نے ایسا خراب باجرہ کیوں دیا آئینہ ایسا خراب ناچ نہ فروخت کرنا ہماری
 قوم کے بعض بعضے سمجھدار لوگ اس بات میں شریک نہ تھے گھر دلی میں بخار کا
 بہانہ کر کے چھپے بیٹھے رہے اور بادشاہ سلامت کے رو برو نہیں آئے۔ کیونکہ
 اُن کو یہ خوف تھا کہ بادشاہ سلامت کیا ایسے نادان ہیں جو ہماری چال نہ
 سمجھ جائیں گے مگر حقیقت میں وہ نادان یا بھولے نہ تھے بلکہ رعایا پر وی کرتے
 تھے۔ انہوں نے جان پوچھ کر درگزر کیا اور با جسرہ معاف کر دیا۔ آدمی انتر
 ہے کوئی ہیرا ہے کوئی فکر ہے۔ دنیا میں سائے سنس سائے راجہ ساری پر جب
 ایک سی نہیں۔“

(۳) ایک دفعہ کی بادشاہ سلامت کی ایک بات سُناتا ہوں اس وقت
 میری سات آٹھ سال کی عمر ہوگی اس سال برکھا کا بہت ہی توڑا ہو گیا
 تھا گیوں بیس بائیس سیر کے ہو گئے تھے رعیت بہت دکھی ہو گئی تھی۔
 اور بہت پریشان تھی شہر کے درے پرے کے گاؤں کے لوگ جمع
 ہو کر لال قلعہ کے جھروکوں کے آگے جا پڑے اور فریاد کی جہاں پناہ عالم
 پناہ سلامت رعایا بھوکے مر چکی ہے ہاں سے تنگ کھاری باؤلی کو مٹیوں
 کو کڑاٹنا چاہیے کہ وہ ناچ سستا کریں اگر تھوڑے دنوں اور ایسی حالت رہی
 تو حضور کی رعایا برباد ہو جائے گی حکم شاہی ہوا کہ چوب دار کھاری باؤلی کے

بڑے بڑے آڑتوں کو حضور میں لاکر حاضر کریں چنانچہ آڑتی دیوان عام میں حاضر
 ہوئے سارے درباری اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور عیت کے کھیا حاضر تھے میرا دادا
 بلوانی سنگم پرانے قلعہ کے مکینوں میں تھا۔ وہ بھی دربار میں گیا تھا۔ وہ گھر
 کے بالکوں کو بادشاہوں کے قصے سنایا کرتا تھا اس نے شاہ عالم بادشاہ
 کو بھی دیکھا تھا۔ ان کی آنکھیں بھی نک حرام غلام قادر نے نکالی تھیں۔
 سارے قلعہ اور شہر میں کھرام بچکا تھا اور بار کے امیروں کی شرارت سے یہ
 کام ہوا تھا عیت کے لوگ تو اس خبر کو سنکر آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے،
 میرے بابا نے تین بادشاہتیں دیکھی تھیں وہ غدر سے کچھ دن پہلے ہی مرا
 تھا۔ شام ہو گئی ہے ابھی مجھ کو گاؤں میں جا کر اپنے واسطے اور اس بالک کے
 واسطے روٹی پکانی ہے ادھر تہائے سکار میں ہرج ہو جائے گا۔ اور فریاد
 اور رے پہونچو گئے نہیں اپنے بابا کی کہی اور اس کی آنکھوں دیکھی اور باتیں
 بھی سناتا۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ آڑتی دربار میں آئے تو جہاں پناہ نے
 خود ان سے دریافت کیا کہ پچھلے سال بارش بہت کافی ہوئی تھی۔ ناج
 بہت پیدا ہوا تھا اب کے سال پانی میں ذرا کچا دہوا ہے تم نے کال ڈل
 دیا غضب خدا کا دو تین دن کے گہیوں کا بہاؤ تم نے گھٹاتے گھٹاتے
 بیس بائیس سیر کا کر دیا۔ رعایا بہو کی مرتی فساد نہ کرے تو کیا کرے۔
 ایک من گہیوں کا بہاؤ ہرگز نہ کم کیا جائے چنانچہ جہاں پناہ کے کلمہ کی

بنیوں نے گیسوں کا ہوا ایک من کا کر دیا۔ لیکن جب سارے برسات بوند انا بڑی
 میں ختم ہونے کو آگئی اور کوئی اچھا مینہ نہ پڑا تو اب بننے فریادی
 ہو کر پہنچے کہ حضور جہاں پناہ کے حکم سے ہم نے اب تک ایک من کے گیسوں
 پیچے اب ہم میں گنجائش نہیں رہی ہم بھی حضور کی رعایا ہیں اور حضور کے اقبال
 سے بال بچے رکھتے ہیں ہمارا دیوالہ نکلیا تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے غلہ
 کی آمد بالکل بند ہوگئی ہے ہملوگ گھاٹے سے پیچ رہے ہیں جہاں پناہ
 نے پھر ایک من کے گیسوں فروخت کئے جانے کا حکم موقوف کر دیا اور
 دربار عام میں حکم دیا کہ کل مبدولت عید گاہ کے پاس کھیتوں میں جا کر خدا
 سے مینہ کی واسطے دعا کریں کہ رعایا کی تکلیف سے ہم بہت بے چین ہیں اور
 پریشان ہیں یہ حکم بجلی کی طرح شہر کے ہر کوچے اور محلہ میں اور شہر کے قریب کے
 دیہات میں پہنچ گیا۔ صبح ہوتے ہی خلعت کے غول کے غول شہر اور باہر سے
 عید گاہ کی طرف جانے شروع ہو گئے۔ چھوٹے بڑے مرد و عورت بچے بڑھے،
 کیا ہندو کیا مسلمان بھنگی چوڑھے چار امیر کبیر سیٹھ فقیر سب ہی تو اس مقام
 پر دوڑے بھاگے پہلے جا رہے تھے، ہمارے پرانے قلعہ کے سائے ہی تو
 آدمی وہاں پہنچ گئے تھے۔ کوئی ایک آدھ ہی بلکھا ٹھنڈا اندھا دھندہ باقی
 رہ گیا ہو گا۔ لنگڑے لوٹے بھی جو کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے لکڑیاں ٹپکتے
 ہوئے یا اور لوگوں کی چڑیوں پر چڑھ کے پہنچ گئے تھے۔ بہت ہی بڑا خلقت

کا ہجوم تھا جیسے کوئی بڑا بھاری میلہ ہوتا ہے۔ آٹھ فوج کے قریب ہاتھیوں
 کے گھٹالوں کی آوازیں آتی شروع ہوئیں۔ سوار پیادے ڈھول ڈھما کے
 اپنے اپنے فریق سے آنے شروع ہوئے پیچھے پیچھے سکھ پال میں بادشاہ بیگم سوار
 تھیں وہ جہاں پناہ کے ہاتھی کے بالکل پیچھے تھیں جنکے ساتھ جوان جوان ،
 کہاریاں خواجہ سرلے اور جشی عورتیں رنگے رنگ کی زردوزی و دیوانے
 ہوئے تھیں یا تو خلقت میں غل و پکا پٹ رہی تھی کہ کان پڑی آواز نہ ملتی
 دیتی تھی مگر بادشاہ سلامت کی سواری جوں جوں نزدیک آتی گئی سب
 خاموش ہو گئے یہاں تک کہ بچوں کے رونے کی آواز بھی جاتی رہی پھر بادشاہ
 سلامت مولائیش ہاتھی پر سے اترے نفیض نے آواز لگائی جہاں پناہ عالم پناہ
 کی سواری آتی ہے مجرا بجا لاؤ نگاہ رو برو ہیں ایک کھیت میں سیلوں کی
 جوڑی پہل لگا ہوا تھا جہاں پناہ نے سیلوں کی رسی پکڑ کر ان کو دو ایک قدم
 سانٹے سے ہٹا کر چلایا اور اسی کھیت میں بوریا پر ناز پڑھی اور آنکھوں میں
 آنسو بھر کر دعا مانگی اپنے بادشاہ کو ابیدہ دیکھ کر ساری خلقت کے آنسو بھر گئے
 لیگ زار و قطار رونے لگے پھر بادشاہ بیگم برقعہ اوڑھے سر پر روٹی کی ڈلیہ
 رکھے ہاتھ میں پانی کا کربلے بادشاہ سلامت کے پاس آئیں اور روٹی کی
 ڈلیہ میں سے پانی کی روٹی اور ساگ کی بھاجی تھی کر وے سمیت بادشاہ کے
 آگے رکھ دی بادشاہ سلامت نے روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر کھایا اور پانی کا

ایک گھنٹ پیالس پھر جو کالی کالی بہوری بہوری اودی اودی گھٹا آکر اکیم
 جو مینہ برسنا شروع ہوا تو لوگوں کو گھر پہنچا شکل ہو گیا شہر والے تو جلدی سے
 اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے ہونگے لیکن دیہات والوں کی بڑی مشکل
 ہوئی تھیں تھوڑی دور تک تو اپنے باپ کے ساتھ بھاگا بھاگا چلا۔ لیکن دہلی
 دروازے کے پاس پانی کا بہت زور ہو گیا اور میں بھاگتے بھاگتے ہانپ گیا
 تو میرے باپ نے مجھ کو اپنی پیٹھ پر سوار کر لیا۔ اس زمانہ کی باتیں یاد کر کے
 رو دیا کرتا ہوں۔ بس بھیا اب تم جاؤ پھر کبھی آؤ گے تو اور باتیں سناؤ لگتا
 بڑے کی باتوں میں ہم سب ایسے محو اور از خود فراموش ہو گئے کہ شکار اور
 گھر سب بھول گئے۔“

میں نے بڑے کو اکیرو پیو دیا اور کہا تمہاری دھوٹی پھٹ رہی ہے اور
 تیار کرالینا بڑھا لینے سے انکار کرتا رہا۔ لیکن میں برابر اصرار کرتا رہا اور پیو
 اس کے ہاتھ میں رکھ کر جب میں نے اس کی ٹٹھی اپنے ہی ہاتھ سے بند کر دی
 تو وہ خاموش ہو گیا ہم سب اس کو سلام کر کے تیز تیز قدموں سے فرید آباد
 پہنچ کر سوٹ میں واپس آئے۔“

(مطبوعہ محبوب المطابع بوقتِ مہینہ دہلی)

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنؤئی کے تمام ناولوں کا مترجم

طاہرہ

پہلے نایاب تھا۔ اب چھپ کر تیار ہو گیا

لکھنؤ شہر کے معزز گھرانے کی پاکدامن اور عفت آب ”طاہرہ بیگم“ کے عروج و زوال کی درد انگیز داستان۔ صبر آزما مصیبت عفت و عصمت کی حفاظت حیرت انگیز تاریخی سفر نامہ عشق و محبت کے دلنیز راز و نیاز۔ محبت اور صداقت کی فتح۔ اس ناول میں ملاحظہ فرمائیں

لکھائی۔ چھپائی عمدہ۔ ۲۰ صفحات۔ اصلی قیمت ایک روپیہ
رعایتی قیمت صرف نو آنے

دفتر رسالہ محشر خیال متصل جامع مسجد دہلی
خریدئے

چودھویں شب کا چاند

خاتون مشرق

ہندوستانی خواتین کے لئے
پاکیزہ علمی - ادبی - اصلاحی - اخلاقی مضامین اور کثیر کار کا
بہترین بالخصوص مجموعہ
تہذیب و تمدن - پاکیزہ معاشرت اور اصلاح حال کا علمبردار
خواتین ہند کا سچا حامی
قصر کے عریاں اور غیر مہذب اسٹتہارات سے پاک
۵۲ صفحے لکھائی چھپائی بہت عمدہ سالانہ جلد (یکر دیہ)
فہمیدہ خاتون ریلوی - اور حمیدہ خاتم حجاب کی ادارت میں ہر انگریزی
تہذیب کی پانچ تاریخ کو دار النجوت دہلی سے
شائع ہوتا ہے

Mohd Idris Kh

Mindery M. A. Lil

A. M. L., Aliga

پینچر رسالہ خاتون مشرق دہلی

[illegible]

$\frac{1}{x^2} = x^{-2}$

[illegible]

1. The first part of the document is a list of names and titles, including "The Hon. Mr. Justice" and "The Hon. Mr. Justice".

61496

9200000

DUE DATE

--	--	--	--

LIBRARY

LIBRARY

LIBRARY

LIBRARY

LIBRARY

LIBRARY

LIBRARY